سوال

نماز مغرب سے پہلے دو رکعتیں

جواب

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

گزارش یہ ہے کہ " حدیث اور اہل حدیث "نامی ایک رسالہ شائع ہوا ہے جس میں انھوں نے یہ ثابت کیا ہے کہ مغرب سے پہلے دو رکعت نفل پڑھنا مسنون نہیں ۔ اس کو ثابت کرنے کے لیے انھوں نے چند احادیث کو دلیل بنا کر پیش کیا ہے ۔ کیا وہ احادیث صحیح ہیں ؟ وہ احادیث یہ ہیں :

١) عن طاؤس قال : سئل ابن عمر عن الرکعتین قبل المغرب فقال : مارایت احداعلی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلیہا___(ابوداود ج ا ص ١٨٢)

٢) وعن حماد قال : سالت ابراہیم عن الصلاۃ قبل المغرب ؟ فنہانی عنہا وقال : ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم وابا بکر وعمر لم یصلوہا (کتاب الاثار للامام ابی حنیفۃ بروایت الامام محمد ص ٣٢)

٣) وعن عبداللہ بن بریدۃ عن ابیہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال بین کل اذانین صلاۃ الا المغرب (کشف الاستار عن زاوائد مسند البزار ج ١ ص ٣٣٤)

اور اسی طرح دوسری احادیث ہیں کیا وہ احادیث صحیح ہیں ؟

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!
الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

آپ کی مسئولہ روایات کی تحقیق حسب ذیل ہے

1) عن طاوس ۔ ۔ ۔ الخ (ابوداؤد ج 1 ص 182 حدیث نمبر 1284)

اس کی سند حسن ہے اسے شعب یا ابو شعیب کی "جہالت " قرار دے کر ضعیف قرار دینا صحیح نہیں ۔ اس روایت کے آخر میں لکھا ہوا ہے کہ ورخصفی الرکعتین بعد العصر "اور آپ نے عصر کے بعد دو رکعتوں کی اجازت دی 'چونکہ روایت کا یہ حصہ دیوبندیوں اور بریلویوں کے مذہب کے خلاف ہے لہذا وہ یہودیوں کی تقلید کرتے ہوئے اسے چھپا لیتے ہیں ۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا مغرب سے پہلے دو رکعتوں کو نہ دیکھنا ، ان رکعتوں کے عدم وجود کی دلیل نہیں کیونکہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں مغرب سے پہلے دو رکعتیں پڑھی ہیں اور انھیں رسول اللہ ﷺ نے دیکھا اور منع نہیں فرمایا (دیکھئے صحیح البخاری :503۔635 وصحیح مسلم : 836837 وغیرہما)

آپ ﷺ منع کیوں فرماسکتے تھے جبکہ آپ ﷺ نے خود فرمایا:

«صلوا قبل المغرب» مغرب سے پہلے دو رکعتیں پڑھو۔ (صحیح البخاری: 1183)

یاد رہے کہ اس حدیث کے آخری ٹکڑے "لمن شاء" کے مطابق یہ حکم وجوبی نہیں بلکہ استحبابی ہے۔

عبداللہ المزنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبل المغرب رکعتین "بے شک رسول اللہ ﷺ نے مغرب سے پہلے دو رکعتیں پڑھیں۔ (صحیح ابن حبان، موارد الظمان: 617 وھذا اسناد صحیح علی شرط مسلم مختصر قیام اللیل للمروزی۔ اختصار المقریزی ص 64 وقال النیموی: واسنادہ صحیح، آثار السنن حدیث: 694)

ظاہر ہے کہ دوسچے گواہوں میں سے جو گواہ کہتا ہے کہ میں نے دیکھا ہے، اس کی بات اس گواہ کے مقابلے میں سچ اور حق تسلیم کی جائے گی جو کہتا ہے کہ میں نے نہیں دیکھا۔ کیونکہ عدم رؤیت بعض، عدم وجود پر دلیل نہیں ہے۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی عدم رؤیت بعض عدم وجود پر دلیل نہیں ہے۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی عدم رؤیت سے صرف یہی ثابت ہوتا ہے کہ یہ دو رکعتیں پڑھنا واجب نہیں ہے بلکہ مستحب ہے۔ دیوبندیوں اور بریلویوں کا عدم وجوب والی روایت کو عدم وجود والی دلیل بنالینا ہر لحاظ سے غلط اور باطل ہے۔

1) عن حماد قال: سالت ابراہیم (النخعی) عن الصلاۃ قبل المغرب فنہانی عنہا۔۔۔ الخ (الآثار لمحمد بن الحسن بن فرقد الشیبانی ص 192 ح 145)

یہ روایت کئی لحاظ سے مردود ہے۔ مثلاً 1) محمد الحسینی الشیبانی صاحب کتاب الآثار سخت مجروح راوی تھا۔ اسماء الرجال کے مستند عند الفریقین امام یحیی بن معینؒ نے فرمایا: محمد (بن الحسن) جہمی ہے جو کذاب ہے (الضعفاء للعقیلی ج 4 ص 52 وسندہ صحیح)

اور فرمایا: "لیس بشئ" یعنی یہ کوئی چیز نہیں ہے۔ (تاریخ ابن معین روایۃ الدوری: 177)

2: حماد بن سلمہ آخری عمر میں اختلاط کا شکار ہوگئے تھے، حافظ نور الدین الہیثمی (متوفی 807ء) نے یہ قاعدہ بتایا ہے کہ حماد سے صرف شعبہ' سفیان الثوری اور ہشام الدستوائی کی روایت ہی مقبول ہے، (دیکھئے مجمع الزوائد ج 1 ص 120119)

یعنی حماد سے امام ابو حنیفہؒ کی روایت (حماد کے اختلاط کی وجہ سے) غیر مقبول ہے۔ یہ روایت اس مفہوم کے ساتھ ایک دوسری ضعیف سند مروی ہے (مصنف عبدالرزاق 2/ 435 ح 3985)

جس کی تفصیل راقم الحروف نے انوار السنن تحقیق آثار السنن (ص 140) میں لکھ دی ہے۔

3) اس روایت کے سلسلے میں عرض ہے کہ کشف الاستار کے حاشیہ میں لکھا ہوا ہے: اس کا راوی حیان بن عبیداللہ ہے جسے امام ابن عدی نے (ضعیف راویوں میں) ذکر کیا ہے اور کہا گیا ہے کہ آخری عمر میں اختلاط کا شکار ہوگیا تھا۔ (بحوالہ مجمع الزوائد 2/231)

اس مختلط کی روایت صحیح روایات کے خلاف ہونے کی وجہ سے منکر ہو کر مردود ہے یاد رہے کہ کسی مستند امام نے حیان بن عبداللہ المختلط کی روایت کو صحیح یا حسن نہیں کہا، حتی کہ آثار السنن کے مصنف نیموی نے بھی اسے اپنے دلائل میں ذکر نہیں کیا۔

مختصراً عرض ہے کہ آپ کی ذکر کردہ آخری دونوں روایتیں ضعیف و مردود ہیں۔

اول الذکر روایتکا تعلق عدم وجوب سے ہے۔ عدم وجوب یا عدم استحباب سے نہیں۔

والحق احق ان یتبع

آخر میں عرض ہے کہ "حدیث اوراہل حدیث "نامی کتاب کا مصنف انوار خورشید اپنے اسلاف حسن بن زیاد اللولوی بشر بن غیاث المریسی اور محمد بن شجاع الثلجی وغیرہم کی طرح سخت کذاب اور وضاع ہے۔

انوار خورشید کے کذاب ہونے کی دلیل نمبر 1:

صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نماز میں صفیں قائم کرتے وقت ایک دوسرے کے قدم سے قدم اور کندھے سے کندھا ملاتے تھے۔

(صحیح البخاری وغیرہم۔حدیث اوراہل حدیث طبع مئی 1993ء ص509)

اور(روایت ہے کہ) جو شخص کندھے سے کندھا نہ ملاتا اسے "بدکا ہوا خچر" قرار دیتے تھے۔(دیکھئے حدیث اوراہل حدیث ص515 بحوالہ فتح الباری ج2ص353)

ان صحیح آثار صحابہ رضی اللہ عنہم کا مذاق اڑاتے ہوئے انوار خورشید نے لکھا ہے کہ "نیز غیر مقلدین کو چاہیے کہ گردن سے گردن بھی ملایا کریں کیونکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں اس کا بھی ذکر ہے"(حدیث اوراہل حدیث ص519)

حالانکہ کسی حدیث میں بھی گردن سے گردن ملانے کا ذکر نہیں۔((وحاذوا بالاعناق)) کا مطلب "اور گردنوں کو برابر رکھو" ہے گردنیں ملانا نہیں۔

انوار خورشید نے لکھا ہے کہ "پھر حضرت امام ابو حنیفہ اورامام بخاری رحمہا اللہ دونوں بزرگ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہیں"(حدیث اوراہلحدیث ص23)

یاد رہے کہ بعد میں انوار خورشید نے اپنی کذب بیانی کو محسوس کرتے ہوئے "حدیث اوراہل حدیث" کے تازہ ایڈیشن یا ایڈیشنوں میں سے یہ عبارت نکال کر لکیریں ڈال دی ہیں مثلا: دیکھئے حدیث اوراہل حدیث (طبع سادس، جولائی 1997ء)

اوراس بات کا اشارہ تک نہیں دیا کہ "حدیث اوراہل حدیث "نامی کتاب کی سابق عبارت غلط اورکذب بیانی تھی، واللہ من ورائھم محیط

ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب

فتاویٰ علمیہ (توضیح الاحکام)

ج1ص420

محدث فتویٰ